سرزمین ابراہیم پور ضلع اعظم گڑھ سے شائع ہونے والا پہلا

دینی، علمی، ادبی و اصلاحی رسالہ

دوماہی

افکار

جلد (۲) شمارہ (۱)

جمادی الثانیہ، رجب ۱۴۴۵ھ ——— جنوری، فروری ۲۰۲۴ء

مدیر

حبیب الرحمٰن الاعظمی ابراہیم پوری

فاضل دارالعلوم دیوبند

مجلس ادارت

- مولانا مفتی محمد صادق صاحب قاسمی مبارک پوری
- مولانا مفتی شاکر عمیر صاحب معروفی قاسمی مظاہری
- مولانا مفتی وصی الرحمٰن صاحب قاسمی محمد آبادی
- مولانا مفتی لطیف الرحمٰن صاحب قاسمی جہاناگنجی
- مولانا عبدالعلیم صاحب قاسمی اعظمی (سرائے میر)
- مولانا شاہ عالم صاحب قاسمی ولید پوری

مجلس انتظامیہ

- ماسٹر قاری شمس الاسلام صاحب اعظمی
- قاری عبدالرحمٰن صاحب اعظمی
- جناب فیصل نعیم صاحب اعظمی
- مولانا محمد طیب صاحب اعظمی
- قاری حنظلہ توحید صاحب اعظمی
- حافظ محمد اسحاق صاحب اعظمی

زیر اہتمام

انجمن اصلاحِ معاشرہ، ابراہیم پور، ضلع اعظم گڑھ (یوپی)

دو ماہی "افکار" ابراہیم پور

جلد (۲) جنوری، فروری ۲۰۲۴ء شمارہ (۱)

زرتعاون: فی شمارہ =/25 سالانہ عمومی =/150 خصوصی =/500 اعزازی =/1000

آئینہ افکار

۱	آئینہ گفتار (اداریہ)	مدیر کے قلم سے	۳
۲	نعت النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم	علامہ سیفی الاعظمیؒ	۶
۳	ملکی زندگی پر ایک نظر	مولانا عبدالعلیم صاحب قاسمی اعظمی	۷
۴	صبر کرو کہ اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے	سمیہ خاتون	۱۳
۵	اخلاص	ماہِ رخ ثانیہ	۱۶
۶	مولانا ارشاد خلیل صاحب معروفی قاسمیؒ کی رحلت	مولانا شاکر عمیر معروفی قاسمی مظاہری	۱۸
۷	افکار کی ڈاک	قارئین افکار	۲۲

مضمون نگار کی رائے سے ادارہ کا متفق ہونا ضروری نہیں۔

رسالہ کے مستقل خریدار بننے کے لیے مدیر کے واٹساپ نمبر پر رابطہ کریں:

Mob: 8090707844

شائع کردہ

انجمن اصلاحِ معاشرہ، ابراہیم پور، ضلع اعظم گڑھ (یوپی)

اداریہ

آئینۂ گفتار

نماز عشق ادا ہوتی ہے تلواروں کے سائے میں

مدیر کے قلم سے

اوائل اکتوبر ۲۰۲۳ء سے اب تک (بوقت تحریر: اختتام دسمبر ۲۰۲۳ء) جاری اسرائیل حماس جنگ بنام "طوفان الاقصیٰ" کے اندر جہاں مظلوم فلسطینی مسلمانوں نے ظالم و غاصب اسرائیل کی غزہ پٹی پر لگاتار وحشیانہ بمباری کے نتیجے میں اپنے ہزاروں نوجوانوں بچوں بوڑھوں اور عورتوں کو کھویا ہے اور اپنے بے شمار مکانات و جائداد سے محروم ہو گئے ہیں، وہیں اسرائیل کے اندر بھی سب کچھ ٹھیک نہیں ہے۔ "اسلامی تحریک مزاحمت حماس" کے راکٹوں اور ہتھیاروں نے بہت سے اسرائیلی فوجیوں کو جہنم رسید کر دیا ہے اور بے شمار اسرائیلی ٹینک تباہ کر دیے ہیں۔ جنگ کے آغاز ہی میں اسرائیلی طاقت وقوت اور جدید ٹیکنالوجی کے سارے بھرم ٹوٹ کر بکھر گئے اور دنیا نے اسرائیل کی بزدلی، اسرائیلی فوج کی عیاری، اسرائیلی فوج کے ذریعے انسانی اقدار کی پامالی، ہسپتالوں اور اسکولوں پر اس کی بدترین وحشیانہ بمباری اور اقوام متحدہ کے کمزور عالمی جنگی قوانین کی حیثیت کو بھی بخوبی دیکھ لیا۔

آغاز جنگ سے ہی فلسطین کے غزہ شہر کی خون کے آنسو رلا دینے والی تصاویر اور ویڈیوز دیکھ کر ایمان والوں کے کلیجے پھٹے جا رہے ہیں۔ کوئی تو ہو جو ظالم کے ہاتھ کو پکڑ سکے اور اسے اس کے جرائم کی واقعی سزا دے سکے۔

افسوس دنیا کے بے حس حکمرانوں اور بے ضمیر عربوں پر، جو بڑی جرأت کر کے صرف زبانی مذمتوں تک ہی محدود ہیں اور اب تک اس سے ایک قدم آگے بڑھنے کی ہمت نہ

کر سکے۔ اور ویسے بھی یہ سب اعلانات اور دنیا بھر کی مذمتی قرار دادیں صرف ہم جیسے سوشل میڈیائی مفکرین کی طفلانہ تسلی کے لیے ہیں۔

یوں تو جنگ کے بعد سے ہی خبروں میں ترکی کی فوجی مشقیں بھی ہیں۔ ایران کے بلند و بانگ دعوے بھی ہیں۔ عرب لیگ کے ہنگامی اجلاس بھی ہیں نیز او آئی سی کے طاقت ور لیڈران بھی بیان بازیاں کرر ہے ہیں۔ مگر درحقیقت یہ سب برطانیہ، امریکہ و اسرائیل سے بری طرح خوف زدہ ہیں۔ جتنے ملکوں نے امدادی سامان روانہ کیے ہیں، اسرائیل نے ان سب کو مصر کے باڈر پر روک دیا ہے اور کوئی امداد بھی اس کی مرضی کے بغیر اندر نہیں جا سکتی۔

فلسطینی مسلمان اللہ کی نصرت و مدد کے سہارے اپنے محاذ پر تن تنہا ڈٹے ہیں۔ اسرائیلی بمباری میں شہداء کی لاشیں اٹھا رہے ہیں اور عرب حکمرانوں کے کانوں پر جوں تک نہیں رینگتی۔ افسوس کہ عالم اسلام نے مسجد اقصیٰ کے محافظین کو تنہا چھوڑ دیا ہے۔

انبیاء کرامؑ کی یہ مقدس سرزمین فلسطین برسوں سے کشت و خون کا شکار ہے۔ اس کے شہر بیت المقدس میں واقع بابرکت مسجد اقصیٰ میں تمام تر اسرائیلی یہودی صہیونی پابندیوں اور رکاوٹوں کے باوجود بہادر فلسطینی مسلمان ہزاروں اور لاکھوں کی تعداد میں اکھٹا ہو کر ہر سال رمضان المبارک میں عبادات کی انجام دہی کے ساتھ عید الفطر اور عید الاضحیٰ کی نماز ادا کرتے ہیں، یہ ان کا ہی حصہ ہے۔

اسرائیل حماس جنگ کے آغاز پر اتر پردیش کی متعصب یوگی حکومت نے اس بارے میں سخت کاروائی کی وارننگ دی ہے کہ کوئی بھی اسرائیل کی مخالفت نہ کرے اور فلسطین کی کسی سطح پر حمایت نہ کی جائے۔ ان ظالموں کا مقصد بھی واضح ہے کہ ہندوستانی مسلمان ہمیشہ ہمارے خوف میں مبتلاء رہیں۔ ہم جو کہیں وہی سب لوگ مانیں۔ یہ سب ان کی حکومت واقتدار کا نشہ ہے۔

یہاں کی متعصب گودی میڈیا کا بھی اس میں بڑا کردار ہے۔ اس کا کہنا ہے کہ وزیر اعظم نریندر مودی نے اسرائیل کی حمایت کی ہے۔ اب جو اسرائیل کی مخالفت کرے گا

وہ گویا دیش کا مخالف ہے۔ جب کہ وزارت خارجہ حکومت ہند نے جو اسپیشل بیان جاری کیا ہے وہ فلسطینی ریاست کو اس کا جائز حق دلانے کے موافق ہے اور یہی قدیم زمانے سے ہندوستان کا موقف رہا ہے۔ مزید قابل اطمینان بات یہ ہے کہ اپوزیشن لیڈران اور حق پسند غیر مسلموں نے بھی چند روز قبل فلسطینی سفیر سے دہلی میں ملاقات کر کے فلسطین کے ساتھ یکجہتی کا اظہار کیا ہے اور فلسطینیوں کے حق کو تسلیم کیا ہے۔

فلسطین کی غیر مشروط حمایت میں بہت سے مسلم لیڈروں کے بھی بیانات موجود ہیں۔ نیز آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ اور جمعیت علمائے ہند نے بھی اپنے قدیم موقف کو دہراتے ہوئے فلسطین کی کھلے طور پر حمایت کی ہے۔

اس مسئلہ میں کچھ منافقین بھی ہیں۔ محمود عباس کی الفتح، جس کی اسرائیل کے تئیں ہمیشہ نرم اور دوغلی پالیسی رہی ہے اور ہندوستان میں بھی اس وقت شہید بابری مسجد کے سوداگروں کی مثال موجود ہے۔

اسرائیل نے غزہ کو مٹا دینے کی ٹھان لی ہے۔ اگر خدانخواستہ غزہ مٹ گیا تو پھر قضیۂ فلسطین ایک قصۂ پارینہ بن جائے گا۔ پھر امت کے منافقین میں مسجد اقصیٰ کے کئی ایک سوداگر مل جائیں گے۔ یہ بھیانک تصور ہی حقیقی اہل ایمان کے دلوں کو چھلنی کرنے کے لیے کافی ہے۔

قبلۂ اول کی حفاظت کا فریضہ وہاں کی بے خوف اور شوق شہادت سے سرشار ابابیلیں اپنے پاکیزہ سجدوں اور لہو کے نذرانوں سے کر رہی ہیں، اللہ ان کی قربانیوں کو قبول فرمائے اور فلسطین کو جلد از جلد ظالم و غاصب اسرائیل کے چنگل سے مکمل آزادی عطا فرمائے۔

اے میرے فلسطین !! مجھے تم سے ایسی ہی محبت ہے، جیسی نیک اولاد کو اپنی ماں سے ہوتی ہے۔ اللہ تیری حفاظت فرمائے اور امت مسلمہ کو توفیق دے کہ وہ تیری مقدس زمین کو ظالموں کے ہاتھ سے بازیاب کرا سکیں اور تیری عظمت رفتہ کو بحال کر سکیں۔

☆　☆　☆

نعت النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

از: علامہ سیفیؔ الاعظمیؔ

مطلعِ نورِ مبیں طیبہ میں ہے	مرکزِ دینِ متیں طیبہ میں ہے
خالقِ ارض وسما ہے عرش پر	جلوۂ عرشِ بریں طیبہ میں ہے
ہیں فلک پر جبرئیلِ محترم	راکبِ روح الامیں طیبہ میں ہے
سب سے آخر میں ہوا جس کا ظہور	وہ نبیِ اولیں طیبہ میں ہے
جس کے دامن میں دوعالم کی پناہ	وہ شفیع المذنبیں طیبہ میں ہے
نازشِ تخلیقِ خیرالراحمین	رحمت للعالمیں طیبہ میں ہے
فخرِ آدم، فخرِ موسیٰ ومسیح	ماہِ کنعاں سے حسیں طیبہ میں ہے
دستِ وحدت میں ہے جو انگشتری	بے بہا اس کا نگیں طیبہ میں ہے
دلبر ودلدار و دل آرام حق	دلنواز ودلنشیں طیبہ میں ہے
معترف بوجہل بھی جس کا ہے وہ	صادق ومصدوق، امیں طیبہ میں ہے
عظمتِ افلاک وجہِ کن فکاں	باعثِ خلق زمیں طیبہ میں ہے
ہے مدینہ کعبۂ بیت الحرام	قبلۂ دنیا ودیں طیبہ میں ہے
وہ ورفعنا لک ذکرک کی روح	قلبِ قرآں کا مکیں طیبہ میں ہے
جس پہ خود خالق بھی فرماتا ہے ناز	ایسی تخلیقِ حسیں طیبہ میں ہے

چھوڑ سیفیؔ ہند کا دارالالم

راحتِ قلبِ حزیں طیبہ میں ہے

☆ ☆ ☆

مکی زندگی پر ایک نظر

مولانا عبدالعلیم قاسمی اعظمی (سرائے میر، اعظم گڑھ)

انسانوں کی رشد و ہدایت کے لیے اللہ تعالی نے دنیا میں متعدد انبیاء کو مختلف قوم اور خطے میں بھیجا، حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اسی سلسلۂ انبیاء کے خاتم ہیں۔ آپ کسی خاص قوم، مخصوص جماعت اور محدود خطے کے نبی نہیں ہیں، بلکہ قیامت تک کے انسانوں کے نبی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کا دین، "اسلام" آخری آسمانی مذہب ہے، جو کہ قیامت تک آنے والے انسانوں کے لیے راہ نجات ہے۔ سیرت نگارانِ مصطفی نے آپ کی زندگی کو بنیادی طور پر دو حصوں میں منقسم کیا ہے، ایک مکی دور جو کہ ۵۳/سال ہے، دوسرا مدنی دور جو کہ ۱۰/سالوں کا احاطہ کیے ہوئے ہے۔ پھر مکی زندگی کو بھی زمانی اعتبار سے دو حصوں میں منقسم کیا گیا ہے، چالیس سال قبل از بعثت کے حالات اور تیرہ سالہ مکہ میں پیغمبرانہ زندگی۔ اس مقالہ میں ہم رسول اللہ ﷺ کی مکی زندگی پر اختصار و جامعیت کے ساتھ روشنی ڈالیں گے۔

قبل از بعثت کے حالات

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عرب کے مشہور و معروف قبیلہ قریش کی معزز و محترم شاخ بنو ہاشم میں عام الفیل کے سال ۵۷۱ء میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد عبداللہ کا انتقال آپ کی پیدائش سے قبل ہو گیا تھا۔ آپ کی والدہ حضرت آمنہ نے عرب روایت کے مطابق پرورش کے لیے قبیلہ بنو سعد کی دایہ حلیمہ سعدیہ کے حوالے کر دیا، جہاں آپ دو مرحلوں میں ۵/سال رہے۔ یہیں پر شق صدر کا واقعہ پہلی مرتبہ پیش آیا تھا۔ ۶/سال کی عمر میں والدہ بھی رخصت ہو گئیں۔ چناں چہ آپ اپنے دادا عبدالمطلب کی زیر کفالت رہے؛ لیکن شفقت و محبت کا یہ سلسلہ دو سال سے زائد نہ رہا۔ اس کے بعد آپ اپنے چچا حضرت ابو طالب کی

سر پرستی میں رہے۔ بچپن میں آپ اجرت پر قریش مکہ کی بکریوں کی گلہ بانی کرتے تھے۔ ۱۱رسال کی عمر میں شام کا سفر کیا۔ جہاں بحیرہ راہب سے ملاقات ہوئی، آگے کی تفصیلات میں بہت زیادہ اختلاف اور تضاد ہے، ۲۵رسال کی عمر کے آس پاس حضرت خدیجہ کی تجارت کے سلسلے میں شام کا سفر ہوا۔ حضرت خدیجہ آپ کی شخصیت اور آپ کے اخلاق و کردار سے بہت زیادہ متاثر ہوئیں، چناں چہ چند ایک تجارتی سفر کے بعد رسول اللہ ﷺ سے نکاح کر لیا۔ رسول اللہ ﷺ نے عرب کی مشہور جنگ "حرب فجار" میں اس معنی میں شرکت کی تھی کہ تیر اٹھا اٹھا کر اپنے چچا کی مدد کرتے تھے۔ ظلم کے خلاف اور انصاف کی حمایت میں ہونے والے معاہدے "حلف الفضول" میں بنفس نفیس شریک تھے۔ سیلاب کے باعث کعبہ کی عمارت میں شگاف پڑ گیا تھا؛ جس کی وجہ سے قریش نے دوبارہ تعمیر کرنے کا منصوبہ بنایا اور تمام قبائل نے بڑھ چڑھ کر اپنی حلال پونجی تعمیر کعبہ میں صرف کی؛ لیکن حجر اسود رکھنے میں ان کے مابین شدید اختلاف ہو گیا، چناں چہ قدرت الٰہی سے رسول اللہ ﷺ حکم متعین ہوئے، آپ کی حکمت و دانائی سے بغیر تلوار چلے اور خون بہائے بغیر یہ اہم مسئلہ حل ہو گیا، اور تمام شاخ ہائے قریش حجر اسود رکھنے میں شریک ہوئے۔ قبل از بعثت ہی قریش مکہ آپ کو صادق اور امین سے پکارتے تھے، اپنی امانتیں آپ کے پاس رکھتے تھے۔

پہلی وحی

جب عمر مبارک چالیس سال ہونے والی تھی تو رویائے صادقہ کی ابتداء ہوئی، آپ رات میں جو کچھ دیکھتے دن میں وہ سچ ثابت ہوتا، یہی وہ زمانہ ہے، جب رسول اللہ ﷺ نے گوشہ تنہائی اختیار کر لی تھی، غار حرا میں متعدد دن رہتے اور غور وفکر کرتے تھے، چالیس سال کی عمر میں آپ کو نبوت عطاء کی گئی، پہلی وحی رمضان ۶۱۰ء میں غار حرا میں نازل ہوئی۔ پہلی وحی کے بعد وحی کا سلسلہ بند ہو گیا، یہ زمانہ فترت وحی کہلاتا ہے، اس سلسلے میں چھ

ماہ سے تین سال تک کے اقوال ہیں۔

تین سالہ انفرادی دعوت

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابتداء میں اپنے دعوتی مشن کو حکمت اور منصوبہ بندی کے طور پر پوشیدہ اور انفرادی رکھا۔ اپنے قریبی لوگوں کو دعوت دی۔ یہ سلسلہ تین سال تک چلتا رہا ہے۔ اس دوران متعدد صحابہ کرام حلقہ بگوش اسلام ہوئے۔ ابن ہشام نے ۴۰ رکا تذکرہ کیا ہے۔ متعدد سیرت نگاروں نے اس سے زیادہ تعداد لکھی ہے، ممکن ہے اپنے اسلام کو پوشیدہ رکھنے کی وجہ سے تعداد میں مورخین کے درمیان اختلاف ہے۔ انفرادی دعوت کے دوران اللہ تعالی نے اپنے قریبی رشتہ داروں کو دعوت کا حکم دیا، چناں چہ آپ نے بغرض دعوت اسلام اپنے خاندان کی یکے بعد دیگرے تین مرتبہ دعوت دی۔

دار ارقم

انفرادی دعوت کے آخری ایام میں ایک صحابی اور مشرک سے مڈبھیڑ ہوگئی تھی، اور صحراء میں خفیہ طور پر عبادت کی وجہ سے لڑائی جھگڑا کے امکانات بہت زیادہ تھے، اسی لیے آپ نے اپنا دعوتی مرکز حضرت ارقم مخزومی کے گھر کو بنایا، تاکہ مسلمان وہاں سکون سے عبادت کرسکیں، اور مسلمانوں کا ابتداء ہی میں مشرکین سے مقابلہ نہ ہو۔ دار ارقم میں قیام کے دوران ہی خدا نے اعلانیہ دعوت کا حکم دیا، چناں چہ آپ نے صفا پہاڑی سے مشرکین کو دعوت دی، دار ارقم میں قیام کے دوران متعدد صحابہ نے ایمان قبول کیا۔ حضرت عمر اور حضرت حمزہ نے دار ارقم ہی میں حاضر ہوکر اسلام قبول کیا۔

مشرکین مکہ کی ایذاءرسانی

مکی زندگی میں مشرکین مکہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ کرام کو ہر طرح کی ذہنی

اور جسمانی اذیت پہنچائی، صحابہ کرام کو ان کے اہل خانہ نے تشدد کا نشانہ بنایا، غلاموں پر ان کے مالکوں نے ظلم وستم کے پہاڑ توڑ دئے۔ ابوجہل، ابولہب، عتبہ، ولید، امیہ بن خلف، عثمان بن طلحہ اور ابوسفیان وغیرہ مسلمانوں کی مخالفت، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ کرام خصوصا غلام صحابہ کو تکلیف دینے میں پیش پیش رہتے تھے۔ چناں چہ صحابہ کرام نے مشرکین کے ظلم وستم سے تنگ آ کر یکے بعد دیگرے حبشہ کی طرف دو مرتبہ ہجرت کی۔ قریشِ مکہ رسول اللہ کو دعوت اسلام کے لیے ہر طرح سے روکنے کی کوشش کرتے، حج کے موقع پر بیرونی حاجیوں کو آپ کی بات سننے تک نہیں دیتے تھے، آپ کو پاگل اور جادوگر کہتے تھے تاکہ کوئی آپ کی بات پر غور و فکر نہ کرے۔ مشرکین مکہ نے متعدد مرتبہ چچا ابو طالب سے مصالحت کی بات کی، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دعوت سے روکنے کے لیے متعدد پیش کش بھی کی۔

شعب ابی طالب

قریش بات چیت کے بعد جب کوئی راہ نہ نکال پائے، تو خاندان نبوت کے بائیکاٹ کرنے کا فیصلہ کیا اور مکہ کے سرداروں کو جمع کر کے ایک دستاویز تیار کی، جس میں بنو ہاشم اور ان کا ساتھ دینے والوں سے سماجی تعلقات منقطع کرنے کا عہد تھا، چناں چہ اس معاہدہ کی وجہ سے بنو ہاشم کے خاندان میں شادی وغیرہ کرنے اور ان کے ساتھ تجارت کرنے سے مشرکین مکہ رک گئے، جس کے بعد حضرت ابو طالب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حفاظت کے لیے بعض خاندان بنو ہاشم کے ساتھ شعب میں پناہ گزیں ہوگئے۔ یہ مسلمانوں کے لیے مشکل ترین عرصہ تھا، خاندان بنو ہاشم کو طرح طرح کی مصائب ومشکلات کا سامنا کرنا پڑا، لوگ اہل شعب سے خرید وفروخت نہیں کرتے تھے، بلکہ اگر کوئی تاجر ان کو اپنا سامان فروخت کرنا چاہتا، تو بعض مشرکین وہ پورا سامان ہی خرید لیتے، یا تاجر ہی اس کی قیمت پانچ گنا اور دس گنا زیادہ کرتے، تاکہ اہل شعب خرید نہ سکیں۔ ہفتوں ہفتوں تک شکم شیری کے

لیے ایک نوالہ تک نہیں ملتا تھا، بچے روتے بلکتے رہتے تھے، حتی کہ روایات میں آتا ہے کہ لوگ درختوں کی پتیوں سے اپنی تشنگی بجھاتے تھے، یہی وجہ ہے کہ شعب ابی طالب سے نکلنے کے بعد لوگ لاغر و کمزور ہو گئے تھے۔ تین سال بعد محرم، ۱۰ ر نبوی میں بعض نوجوانان مکہ کی کوششوں اور قدرت کے کرشمہ کی وجہ سے اس معاہدہ کا خاتمہ ہو گیا۔

عام الحزن

شعب ابی طالب کے اذیت ناک ایام سے رہائی کے چند ہی ماہ بعد آپ کو یکے بعد دیگرے دو بڑے صدموں کا سامنا کرنا پڑا، آپ کے شفیق چچا داغ مفارقت دے گئے، چند ہی ایام کے بعد آپ کی محبوب زوجہ حضرت خدیجہ کا بھی انتقال ہو گیا، یہ یکے بعد دیگرے دو بہت بڑے صدمے تھے، اسی لیے آپ نے خود اس کو عام الحزن یعنی غم کا سال قرار دیا۔

سفر طائف

چچا ابو طالب کے انتقال کے بعد نئے سردار ابولہب نے چند دن آپ کی حمایت کی، لیکن پھر اپنی پرانی دشمنی پر اتر آیا۔ اسی لیے آپ نے دعوتِ دین اور عرب کے طاقتور قبیلہ ہوازن کی حمایت حاصل کرنے کے لیے طائف کا سفر کیا۔ لیکن اہل طائف نے نہ صرف آپ کی پیش کش اور دعوت کو ٹھکرایا، بلکہ آپ کو کربناک اذیت دی۔ داعیانہ نقطہ نظر سے سفر طائف میں متعدد اسباق ہیں۔

سفر معراج

یکے بعد دیگرے متعدد مصائب و مشکلات کا سامنا کرنے کے بعد، اللہ تعالی نے اپنے رسول کے ذہنی سکون وطمانینت کے لیے بحالت جسمانی بیت المقدس، آسمان اور جنت کی سیر کرائی، مختلف آسمانوں پر متعدد انبیاء سے ملاقات ہوئی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد اقصیٰ

میں تمام انبیاء کی امامت کی، اللہ تعالی نے اس سفر میں نماز جیسا عظیم تحفہ عطاء کیا۔

بیعت عقبہ

۱۱رنبوی کو حج کے موقع پر مدینہ کے چھ لوگوں نے اسلام قبول کیا، اگلے سال مدینہ سے ۱۲رافراد آئے جن سے گھاٹی پر آپ نے بیعت لی، یہی پہلی بیعت عقبہ ہے۔ دوسرے سال ۷۳رافراد تشریف لائے اوران سے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیعت لی، جو کہ بیعت عقبہ ثانیہ ہے، بیعت عقبہ ثانیہ کے موقع پر مدینہ ہجرت کے بعد اہل مدینہ سے رسول اللہ کی حفاظت اوراوس وخزرج کی وفاداری کا بھی معاہدہ ہوا۔

ہجرت مدینہ

مدینہ میں اسلام کے پھیلنے کے بعد اللہ نے آپ کو ہجرت کی اجازت دے دی، تمام مستطیع مسلمانوں کے بعد آپ نے حضرت ابوبکر کے ساتھ ہجرت کا سفر کیا۔ آپ نے تین روز غار ثور میں قیام کیا تاکہ تلاشی کا معاملہ ٹھنڈا ہو جائے۔ آپ نے حکمت و دانائی سے مدینہ کا مشہور راستہ اختیار نہیں کیا بلکہ ایک اجنبی اور مشکل راستے سے تشریف لے گئے۔ مشرکین مکہ ہجرت کی رات ہی آپ کے قتل کا منصوبہ بنا کر کاشانۂ نبوت کے پاس گھات لگائے ہوئے تھے، لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایمان کی بینائی سے محروم مشرکین کے سامنے ہی سے نکل گئے اور اپنی جگہ حضرت علی کو لٹا دیا۔ مشرکین کو جب علم ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہر جگہ تلاش کرنے لگے اور اعلان کیا کہ جو شخص مسیحائے انسانیت کو زندہ یا مردہ لائے گا اس کو ایک ہزار اونٹوں کے انعام سے نوازا جائے گا، مکہ کے مختلف قبائل کے جستجو کرنے والے افراد انعام کی لالچ میں نکل گئے، سراقہ کے سوا کوئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قریب تک نہیں پہنچا، یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بہترین پالیسی، منصوبہ بندی اور حکمت عملی سے ہوا، اہل مدینہ نے آپ کا عظیم الشان استقبال کیا۔ ہجرت کے سفر میں متعدد حکمتیں اور دروس پنہاں ہیں۔

☆ ☆ ☆

صبر کرو کہ اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے

ازقلم: سمیہ خاتون صاحبہ، ہمشیرہ مولانا حبیب الرحمٰن قاسمی، ابراہیم پوری

یہ دنیا امتحان کی جگہ ہے اور امتحان گاہ میں ہم آرام نہیں کر سکتے، روز مرہ کی زندگی میں بے شمار واقعات ایسے پیش آتے ہیں جو ہماری مرضی یا توقع کے عین مطابق نہیں ہوتے، لیکن مسلمان ہونے کے ناطے ہمیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم ہے کہ صبر کرو۔ کسی بھی مومن کی اہم ترین کوالٹی صبر ہے جسے ہم اپنے اندر جگہ دے دیں تو دونوں جہاں کی کامیابی کی ضمانت ہے، لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آخر صبر ہے کیا؟ اس حوالے سے ہم بہت سی باتیں پڑھتے اور سنتے ہیں، لیکن کوئی ہمیں صبر کا مفہوم نہیں سمجھاتا، اور نہ ہی یہ بتاتا ہے کہ کب اور کیسے حالات میں صبر کرنا ہے۔ صبر کیا ہے؟ خود کو کنٹرول کرنا، اپنے آپ کو نیکی پر قائم و دائم رکھنا، اللہ تبارک وتعالیٰ کی اطاعت کرتے رہنا، خود کو برے ردعمل سے بچانا وغیرہ صبر کے زمرے میں آتا ہے۔ اور صبر کا معاملہ زندگی کے ہر شعبے سے ہے، یعنی تمام تر معاملات میں، عبادات میں اور اخلاقیات میں، جہاں بھی اس کی ضرورت پڑتی ہے، کسی قسم کی چوٹ پر، کسی صدمے کے وقت، کسی خلاف مرضی کام پر، یا کسی قسم کی محرومی پر صبر کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑیں۔ ایسے موقع پر خود کو فوری ردعمل سے محفوظ رکھنا اور جذبات کو قابو میں کر لینا ہی دراصل صبر ہے، کسی بات پر رونے پیٹنے اور دوسروں پر الزام تراشی کے بعد یہ کہا جائے کہ ہم نے صبر کر لیا، یا صبر آ گیا، تو درحقیقت یہ صبر نہیں ہے، صبر تو یہ ہے کہ خلاف توقع کام پر بھی اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا جائے، مثلاً آپ کو کوئی چوٹ لگتی ہے، تو اللہ تعالیٰ دیکھ رہے ہوتے ہیں کہ یہ بندہ بندی یوں تو ایمان کا دعویٰ کرتے ہیں، لیکن اس آزمائش پر اس کا ردعمل کیا ہوگا، اگر اس

خاص لمحے میں آپ کوئی شکایت یا گلہ کیے بغیر اللہ سے صبر کی دعا کرتے ہیں، تو مشکل خود بخود آسان ہو جاتی ہے۔ یاد رکھیں کہ صبر خود بخود نہیں آتا، بلکہ اس کے لیے اللہ تعالیٰ سے دعا کرنی پڑتی ہے، اور ذاتی کوششوں کو بروئے کار لانا ہوتا ہے۔

عبادات میں صبر کو بہت زیادہ اہمیت حاصل ہے، مثلاً نماز کے لیے ہم کوئی بھی کام چھوڑ کر جب اللہ تعالیٰ کے سامنے سربسجود ہوتے ہیں، تو یہ ایک طرح کا صبر ہی ہے، اسی طرح صدقہ و خیرات میں صبر، حج و روزہ کی حالت میں صبر، اگر صبر نہ ہو تو ان عبادات کا حق ادا نہیں کیا جا سکتا۔

صبر کی کئی اقسام ہیں، جس میں سے ایک نفس کا صبر ہے، مثلاً اپنی تقدیر کا شکوہ نہ کرنا، شکل وصورت یا قد و کاٹھ کے علاوہ شادی اور تعلیم کے حوالے سے یہ گلہ نہ کرنا کہ ہمارے ساتھ ایسا کیوں ہوا، نفس کا صبر یہ ہے کہ خود کو اللہ کی رضا پر راضی رکھیں، اسی طرح اعضاء کا صبر یہ ہے کہ اپنے جسم کے مختلف حصوں کو غلط کاموں سے روکا جائے، پاؤں غلط راستہ پر نہ جائیں، ہاتھ غلط کام نہ کریں، آنکھیں غلط چیزیں دیکھنے اور پڑھنے سے محفوظ رہیں، کانوں میں بری بات نہ پڑے، دل میں بدگمانی، حسد، بغض اور شرک کو جگہ نہ ملے، بعض اوقات کسی ناخوشگوار واقعہ پر ہم برداشت سے کام لیتے ہیں اور کچھ نہیں بولتے، لیکن تاثرات پر کنٹرول نہ کرنے کے سبب موڈ آف کر لیتے ہیں، یوں موڈ کا آف ہونا بھی خلاف صبر کے زمرے میں چلا جاتا ہے۔ جو غلط باتوں کو سہہ جائے، تنقید کو برداشت کر لے، اپنا رویہ نارمل رکھے، تو اس کا مطلب ہے کہ وہ صابر ہے اور یہی کوالٹی اسے جنت میں لے جائے گی، اس صبر کے بغیر جنت کا حصول ممکن ہی نہیں ہے اور پھر یاد رہے کہ ہمارے دین کی سب سے بڑی خصوصیت ہی یہ ہے کہ وہ ہمارے اندر صبر پیدا کرتا ہے۔

صبر صرف وہی کر سکتا ہے جو اللہ تعالیٰ کو پہچان لیتا ہے، جس کے دل میں اللہ پاک کی محبت ہوتی ہے، فکر آخرت ہوتی ہے، جسے اپنی نیکی ضائع ہونے کا خوف نہیں ہوتا، اور جسے اس

بات پر کامل یقین ہوتا ہے کہ اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے، کسی بھی ناخوشگوار یا خلاف توقع بات پر بے صبری کا مظاہرہ کرنے سے اضطراب بڑھتا ہے، مسئلہ حل نہیں ہوتا، بلکہ بگڑتا چلا جاتا ہے، جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ تعلقات پر اثر پڑتا ہے، کام رک جاتے ہیں، بہت سے لوگ ناراض ہوجاتے ہیں، جن کو منانے میں وقت لگتا ہے، لہٰذا بے صبرے پن کی وجہ سے اس وقت کو روٹھنے یا منانے میں ضائع کرنے کے بجائے خود کو قابو میں رکھیں اور غلط بات زبان سے نہ نکالیں، آپ کی خاموشی ممکن ہے کہ کسی موقع پر آپ کو بزدل یا ڈرپوک بھی ثابت کردے۔

لیکن یہ حدیث پاک پیش نظر رہے کہ جب آپ نہیں بولتے تو فرشتے آپ کا جواب دے رہے ہوتے ہیں، یعنی اللہ پاک ہماری مدد فرمارہے ہوتے ہیں، اگر کسی جگہ صبر کرنا مشکل ہو رہا ہو تو اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کریں اور کچھ بھی نہ ہو تو دل میں دعا کریں، کسی کی بات نہ سننا اور اپنی ہی کہے جانا، کسی کی بات کاٹ دینا، انتظار نہ کرنا، دھکا دے کر جگہ بنانا، کسی کو ستا کر لطف لینا، انتقامی کاروائی کرنا، فوری رائے قائم کرلینا وغیرہ بے صبری کی علامات ہیں۔ ہم دنیا میں ہر چیز کا فوری نتیجہ چاہتے ہیں، جب کہ مومن کی نگاہ آخرت پر ہوتی ہے، جو یہ سوچتا ہے کہ اس کام کا فائدہ یہاں نہ ملا تو آخرت میں ضرور ملے گا۔

یاد رکھیں کہ صبر ہمیں کئی طرح کی مزید مشکلات سے بچاتا ہے، اگر ہم صبر نہیں کریں گے، تو بے صبری کے سبب بہت سے لوگوں کی کڑوی باتیں سننی پڑے گی، اور اللہ تعالیٰ کی ناراضگی ایک علیٰحدہ پہلو ہے، لہٰذا ہر حال میں صبر کریں اور اللہ تعالیٰ کو اپنے ساتھ محسوس کریں۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ لکھنے پڑھنے سے زیادہ عمل کی توفیق عطا فرمائے اور اس عنوان سے ہم سب کو فائدہ پہنچے۔ آمین ثم آمین

☆　☆　☆

اخلاص

ماہِ رخ ثانیہ مبارک پوری

وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ (سورہ بینہ آیت نمبر ۲۵)

فَمَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَآءَ رَبِّهٖ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَّ لَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖٓ اَحَدًا (سورہ کہف آیت نمبر ۱۱۰)

انسان کی پیدائش کا بنیادی مقصد اللہ تبارک وتعالیٰ کی عبادت ہے اور عبادت میں جان اخلاص سے پڑتی ہے۔قرآن پاک میں اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے: قُلْ اِنَّ صَلَاتِيْ وَنُسُكِيْ وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ (سورہ انعام آیت نمبر ۱۶۲)

اے نبی کہہ دیجیے: بے شک میری نماز اور میری قربانی اور میرا جینا اور میرا مرنا سب اللہ ہی کے لیے ہے، جو سارے جہانوں کا پالن ہار ہے۔

چناں چہ اخلاص تمام اعمال کی روح ہے اور وہ عمل جس میں اخلاص نہ ہو، اس جسم کے مانند ہے جس میں روح نہ ہو، گویا اخلاص عبادات و اعمال میں روح کی حیثیت رکھتا ہے، ہر انسان کا بنیادی مطمح نظر یہی ہونا چاہیے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کر کے اس کی رضا کو حاصل کرے اور جنت کا دخول انہیں نصیب ہو، اس مقصد کے لیے اخلاص کا ہونا ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ کے یہاں اعمال کا حسن معتبر ہے نہ کہ محض کردار کا۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا (سورہ ملک آیت نمبر ۲)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اعمال کے حسن کو جانچنے کا تذکرہ کیا ہے نہ کی کثرت کا، چناں چہ اعمال کی قبولیت اور اس پر اجر وثواب کے حصول کے لیے اس میں روحانیت و اخلاص اور کیفیت کا اعتبار ہے، نہ کہ محض تعداد یا قلت و کثرت کا۔ حضراتِ مفسرین نے آیت کے لفظ"اَحْسَنُ عَمَلًا" کا یہی مطلب بیان کیا ہے کہ اس سے وہ عمل مراد ہے جو اخلاص پر مبنی ہو اور شریعت کے مطابق ہو۔ اس آیت کے پیشِ نظر علماء محققین نے اعمال صالحہ کی قبولیت کے لیے دو شرطیں ذکر کی ہیں۔

(۱) اخلاص: یعنی وہ عمل جو صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کے لیے کیا جائے۔

(۲) اتباع سنت: یعنی وہ عمل جو قرآن وسنت کی تعلیمات کے موافق ہو، بدعت یا کسی اور طرح سے خلاف شرع نہ ہو۔

حضرت عبداللہ ابن المبارک رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ اخلاص سے خالی عمل کرنے والے شخص سے کہہ دو کہ خواہ مخواہ اپنے آپ کو نہ تھکائے، کیوں کہ بغیر اخلاص کے عمل کرنے والے شخص کی مثال اس مسافر کی سی ہے جو اپنے زادراہ کی جگہ مٹی سے اپنی چادر بھر رہا ہو، کیوں کہ اس طرح وہ خود کو فضول کام میں تھکا رہا ہے، جس میں اسے کوئی نفع نہیں ہے۔

اخلاص کی ضد ریا اور دکھلاوا ہے، اس کے بارے میں ارشاد نبوی ہے: "جس نے دکھلاوے کے لیے نماز پڑھی، اس نے شرک کیا، اور جس نے دکھلاوے کے لیے روزہ رکھا، اس نے شرک کیا، اور جس نے صدقہ وخیرات دکھاوے کے لیے کیا، اس نے شرک کیا"۔

حقیقی شرک تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات میں کسی کو شریک کیا جائے، اسے شرک حقیقی، شرک جلی اور شرک اکبر کہتے ہیں، ایسے شرک کرنے والے کی ہرگز بخشش نہیں ہوگی، لیکن بعض اعمال ایسے بھی ہیں جو شرک حقیقی میں شامل نہیں ہیں، لیکن ان میں شرک کا تھوڑا بہت شائبہ ہے، ان میں ایک یہ بھی ہے کہ کوئی شخص عبادت یا کوئی اور نیک کام لوگوں کو دکھاوے کے لیے کرے، تاکہ لوگ اس کو عبادت گزار، نیکوکار سمجھیں۔

سنن ابن ماجہ میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دن آپ ﷺ اپنے حجرۂ مبارکہ سے نکل کر ہمارے پاس تشریف لائے، تو آپ نے فرمایا: کہ میں تمہیں وہ چیز بتا دوں، جو میرے نزدیک تمہارے لیے دجال سے بھی خطرناک ہے؟ ہم نے عرض کیا کہ بتلایئے، تو آپ ﷺ نے فرمایا: وہ شرکِ خفی ہے اور وہ یہ ہے کہ آدمی نماز پڑھنے کے لیے کھڑا ہو، پھر اپنی نماز کو اس لیے لمبی کردے کہ کوئی آدمی اس کو نماز پڑھتا دیکھ رہا ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہم کو اخلاص کے ساتھ عمل کرنے والا بنائے اور دکھاوا، ریاکاری سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

☆ ☆ ☆

منفرد خصوصیات کے حامل

مولانا ارشاد خلیل صاحب معروفیؒ قاسمی کی رحلت

از: مولانا شاکر عمیر صاحب معروفی قاسمی مظاہری

موت ایک ناقابل انکار حقیقت ہے، کیا چھوٹے کیا بڑے، کیا بوڑھے کیا جوان، کیا مرد کیا عورت، کیا شہرت یافتہ کیا بے نام ونشان، کیا خواندہ کیا ناخواندہ، کیا امیر کیا فقیر، کیا بادشاہ کیا رعایا، الغرض ہر ایک اس کی آغوش میں جا رہے ہیں، ہر دن نہ معلوم کتنی روحیں قبض ہورہی ہیں، تاہم بعض شخصیات کے کوچ کر جانے کا صدمہ سخت اور الم دیرپا اور ان کو بھول جانا مشکل ہوتا ہے، موقع بموقع ان کی یادیں ستاتی رہتی ہیں، ان ہی شخصیات میں سے حضرت مولانا ارشاد خلیل صاحب معروفیؒ قاسمی، سابق شیخ الحدیث جامعہ اسلامیہ ہاجرہ للبنات پورہ معروف وصدر "المعارف دار المطالعہ" پورہ معروف بھی تھے، جو ۲۳/ ربیع الثانی ۱۴۴۵ھ مطابق ۸/ نومبر ۲۰۲۳ء کو طویل علالت کے بعد کم وبیش ۵۸/ سال کی عمر میں اپنے مالک حقیقی سے جا ملے، انا للہ وانا الیہ راجعون۔

وہ دار العلوم دیوبند کے فارغین میں سے تھے، قاسمیت پر ان کو بڑا فخر تھا، اکابر علمائے دیوبند سے انہیں بڑی عقیدت ومحبت تھی، وہ ایک علم دوست اور علماء نواز شخصیت کے مالک تھے، اللہ رب العزت نے انہیں بہت سی منفرد خصوصیات سے نوازا تھا، ملاقات کرنے والوں کے دل جیت لینے کا ہنر جانتے تھے، اخلاق کے اعلیٰ، کردار کے عمدہ اور گفتار کے مثالی تھے، ان کی گفتگو سننے والا یہ کہنے پر مجبور ہو جاتا تھا:

ہے کتنا سلیقہ تری گفتار کے اندر

ان سے ملنے والا ان کی تعریف کئے بغیر نہ رہ پاتا تھا، آج کے اس دور قحط الرجال

میں وہ غنیمت سمجھے جانے والے حضرات میں شامل تھے، ان کا علم؛ پختہ، مطالعہ؛ وسیع، معلومات؛ کثیر، ذہن؛ مضبوط، فہم؛ سلیم، اور یادداشت؛ قوی تھی، وہ باتوں کو کشادہ ذہنی کے ساتھ سوچنے اور ہر پہلو سے غور وفکر کرنے کے بعد نتائج اخذ کرتے تھے، ان کی باتوں کو سن کر اندازہ ہوتا تھا کہ وہ بڑے دوررس اور نکتہ ور تھے، ان کی علم اور علما دوستی معروف تھی، وہ مطالعہ اور کتب بینی میں مشہور تھے، پورہ معروف میں وہ ایک پختہ صلاحیت کے مالک بڑے عالم دین کے نام سے جانے جاتے تھے، "مولانا ارشاد لائبریری والے" کہنا ہی ان کی تعیین کے لئے کافی ہوتا تھا، چوں کہ انہوں نے اپنے بعض رفقا کو ساتھ لے کر پورہ معروف میں "المعارف دار المطالعہ" نام سے ایک لائبریری قائم کی تھی، جس میں تفسیر، حدیث، شرحِ حدیث، فقہ وفتاوی، تاریخ وادب، شعر وسخن، اور دیگر اصناف کی ہزاروں کتابیں موجود ہیں، جو اہل علم وفن، اصحاب قلم وقرطاس، شائقین مطالعہ وکتب بینی اور تشنگانِ علم وعرفان کے لیے پیاس بجھانے کا بہترین سامان ہے، جہاں علاقہ کے اکابر علمائے کرام، اور اطراف وجوانب سے تشریف لانے والے باذوق مہمانانِ عظام بیٹھ کر کتابوں کی زیارت اور ورق گردانی کر کے راحت کا سانس لیتے ہیں، جہاں علماء کے اکٹھا ہونے اور ملاقات کی بہترین جگہ بھی ہے، جہاں وقتاً فوقتاً دینی، علمی، ادبی، ثقافتی، تعزیتی اور اعزازی پروگرام بھی منعقد ہوتے ہیں، جہاں بعض دفعہ لوگ اپنے دینی مسائل کے حل لیے بھی آتے ہیں۔ ان تمام نیک کاموں کا اجر ان شاء اللہ حضرت مرحوم کو ملے گا اور یہ لائبریری ان کے لیے صدقۂ جاریہ بھی بنے گی۔

مولانا ایک بے ضرر انسان تھے، وہ اپنے کام سے کام رکھتے، اپنے مطلب سے غرض رکھتے، یکسو ہو کر اپنے مشغلے سے لگے رہتے، جو کچھ کرنا رہتا کیے جاتے اور دوسروں کے تبصروں اور منفی سوچ رکھنے والوں کی باتوں سے ذرا بھی متاثر نہ ہوتے تھے، انہوں نے ایک لمبی مدت تک جامعہ ہاجرہ للبنات پورہ معروف میں بخاری ومسلم اور دیگر کتب کا درس دیا ہے، وہ ایک لائق وفائق اور کامیاب معلم ومدرس تھے، ہر ایک کی نفع رسانی اور خیر خواہی کے جذبہ

سے مالا مال تھے، وہ مشفقانہ ومربیانہ کردار ادا کرتے تھے، ان کے یہاں بیشتر علمی باتوں کا ذکر ہوتا تھا، کبھی حدیث پر، کبھی تفسیر قرآن پر، کبھی فقہ وفتاوی پر، کبھی تصوف پر، کبھی شعر وسخن پر، کبھی دیگر ادبیات کے اصناف پر اور کبھی کسی اور موضوع پر، وہ ہر ایک کی اس کی مناسب حال حوصلہ افزائی کرتے، ان کی ترقیات کے متعلق سوچتے، اور کوئی مفید مشورہ ہوتا تو ضرور اس سے نوازتے، ملاقات پر خندہ پیشانی کا اظہار کرتے، احوال دریافت کرتے، مشغولیات کے متعلق پوچھتے، اور بڑی خوشی کا اظہار کرتے تھے، مگر افسوس کہ اب وہ دنیائے فانی میں نہ رہے۔

وفات کے دن ہی بعد نماز عشاء ایک جم غفیر نے محدث جلیل حضرت مولانا محمد ارشد صاحب معروفی مدنی سابق شیخ الحدیث جامعہ مظہر العلوم بنارس کی اقتدا میں نماز جنازہ ادا کیا اور نم آنکھوں کے ساتھ سپرد خاک کیے گئے، تدفین کے بعد مولانا محمد ارشد صاحب دامت برکاتہم ہی نے مجمع سے تھوڑی دیر تعزیتی خطاب کیا، جس میں انہوں نے کہا کہ: مولانا ارشاد صاحب رحمہ اللہ کے انتقال کا جو حادثہ پیش آیا ہے اس پر جس طرح ان کے بچے، بچیاں، ان کی اہلیہ اور اہل خاندان تعزیت کے مستحق ہیں اسی طرح ان کے تمام متعلقین ان سے تعلق رکھنے والے، استفادہ کرنے والے ان کے علم اور ان کے حسن اخلاق سے فیضیاب ہونے والے، ان کے شاگرد سب کے سب مستحق تعزیت ہیں، اور ہم سب خود انہیں مستحقین میں سے ہیں۔

مولانا نے مزید فرمایا کہ پورہ معروف کی اس بستی میں جہاں علماء کی ایک کثیر تعداد ہمیشہ رہی ہے اور بحمد اللہ آج بھی ہے اور بڑے جید علماء یہاں موجود ہیں، ان سب کے درمیان مولانا ارشاد صاحب اپنی کچھ منفرد خصوصیات اور شناخت رکھتے تھے، ایسے لوگ کم ہوتے ہیں جو عربی علوم اور عربی زبان پر عبور رکھنے کے ساتھ ساتھ تفسیر اور حدیث کے فن میں مہارت کے ساتھ ساتھ اردو اور فارسی ادب پر بھی بہت زیادہ عبور رکھتے ہوں۔ یقینا آج کا دن ہم سب کے لیے بہت رنج اور غم کا دن ہے، مولانا مرحوم نے اپنے پیچھے جو صدقۂ جاریہ چھوڑا ہے، ایک لائبریری کی شکل میں جس سے ہزاروں لوگوں نے استفادہ کیا اور ان شاء اللہ

آئندہ بھی کریں گے، اسی کے ساتھ ساتھ انہوں نے دسوں سال مدرسہ میں بچیوں کو قرآن اور حدیث کی جو تعلیم دی، ان کی تربیت کی اور بڑی دلسوزی کے ساتھ کی، انہوں نے تدریس کی ذمہ داری کو بہت ہی دلجمعی اور انہماک کے ساتھ ادا کیا ہے۔

مولانا کا مطالعہ بہت گہرا تھا، جو کتابیں ان کے زیر درس تھیں ان میں کہیں کہیں ان کے قلم سے لکھے ہوئے کچھ نوٹ خود میری نظر سے گزرے ہیں، جو اس بات کی دلیل ہیں کہ وہ شروح کا مطالعہ بڑی گہرائی کے ساتھ کرتے تھے، وہ بڑی خوبیوں کے مالک تھے، اس لیے ان کی وفات پر یقیناً ہم کو صدمہ ہونا چاہیے۔

مولانا نے اپنے بیان میں مزید کہا کہ یہ کوئی تقریر کا موقع نہیں اور حقیقت یہ ہے کہ میں تو خود ان لوگوں میں سے ہوں جو سب سے زیادہ مستحق تعزیت ہیں۔

مولانا نے مرحوم کی بعض خصوصیات کا تذکرہ کرتے ہوئے کہا کہ ان کی ایک خصوصیت یہ بھی تھی کہ وہ علم سے نسبت رکھنے والوں کی بڑی قدردانی کرتے تھے اور اس کے مظاہر ہم نے بہت مرتبہ دیکھے ہیں، بڑے مہمان نواز تھے، چھوٹوں کے ساتھ شفقت اور ان کی حوصلہ افزائی کی خوبی بھی ان کے اندر تھی، ہمیں چاہیے کہ ان کی زندگی سے یہ اسباق حاصل کریں۔

مولانا نے ذیل کی جس دعا پر اپنا تعزیتی خطاب ختم کیا میں بھی اپنی تحریر اسی پر ختم کرتا ہوں۔ اَللّٰهمَّ اغْفِرْ لَهُ وَارْحَمْهُ ، وَعَافِهِ وَاعْفُ عَنْهُ ، وَأَكْرِمْ نُزُلَهُ ، وَوَسِّعْ مُدْخَلَهُ ، وَاغْسِلْهُ بِالْمَاءِ وَالثَّلْجِ وَالْبَرَدِ ، وَنَقِّهِ مِنَ الْخَطَايَا كَمَا ينقى الثَّوب الأبيض مِنَ الدَّنسِ ، اللهم أبدِلهُ دارًا خَيرًا مِن دارِهِ ، وأهلًا خَيرًا مِن أهلِهِ ، وزَوجًا خَيرًا مِن زَوجِهِ، وأَعِذْهُ مِن عذابِ القبرِ، وأدخِلهُ الجنَّةَ، برحمتك يا أرحم الراحمين، سبحان ربك رب العزة عما يصفون، وسلام على المرسلين، والحمد لله رب العالمين۔

☆ ☆ ☆

افکار کی ڈاک

(قارئین افکار کے منتخب تبصرے)

دوماہی ''افکار'' ابراہیم پور اعظم گڑھ: خصوصی مطالعہ

تبصرہ نگار: مولانا اسامہ ارشاد معروفی قاسمی زیدمجدہ

رسائل وجرائد کسی بھی زبان میں اس کے ادب، تاریخ کی ترتیب وتدوین، ترویج و فروغ میں بنیادی حیثیت رکھتے ہیں۔ یہ نہ صرف اس کی قوم کے ادب اور زبان کی تاریخ وارتقا کی داستان رقم کرتے ہیں؛ بلکہ مختلف حوالوں سے اہم ادبی، معاشرتی، معاشی، سیاسی موضوعات پر مختلف النوع تحقیق پیش کرتے ہیں۔ ان کی ادبی، تاریخی حیثیت مسلمہ ہے۔ دوسری طرف اگر ہم اسلامی رسائل کی طرف متوجہ ہوں تو دینی رسائل انسان کو نہ صرف اسلامی تعلیمات کی طرف راغب کرتے ہیں بلکہ اس کے بہت سے مسائل کا حل کتاب وسنت کی روشنی میں پیش کرتے نظر آتے ہیں۔ تحقیق کی دنیا میں کتابوں کے علاوہ رسائل کا بھی اہم کردار ہوتا ہے؛ کیونکہ رسائل و جرائد نہ صرف اپنے اپنے وقت کے مسائل کو پیش کر کے ان کا حل بتاتے ہیں؛ بلکہ ایک موضوع پر مختلف النوع حضرات کی تحقیق کو بھی سامنے لاتے ہیں۔ مزید یہ کہ رسائل و جرائد اپنے اپنے دور کے عکاس ہوتے ہیں اور مستقل نوعیت کے موضوعات پر تحقیقات پیش کرنے کے علاوہ وقتی عنوانات کے تحت بھی قارئین کو علمی سرمایہ فراہم کرتے ہیں۔

رسالہ دوماہی "افکار" سرزمین ابراہیم پور ضلع اعظم گڑھ سے شائع ہونے والا پہلا دینی، علمی، ادبی واصلاحی جریدہ ہے، اس کا اجرا جنوری ۲۰۲۳ء میں انجمن اصلاح معاشرہ ابراہیم پور کے زیر اہتمام عمل میں آیا ہے۔ پیش نظر رسالہ "افکار" بابت مارچ، اپریل ۲۰۲۳ء کا دوسرا شمارہ ہے۔ "افکار" کے مدیر فاضل دیوبند مولانا حبیب الرحمٰن الاعظمی ابراہیم پوری ہیں،

جو کئی کتابوں کے مصنف و مؤلف بھی ہیں۔امید ہے کہ فاضل موصوف کی ادارت میں یہ رسالہ بہت جلد رسائل وجرائد کی دنیا میں اپنا خاص مقام بنالے گا،ان شاءاللہ۔

ابراہیم پور دیارشبلی ضلع اعظم گڑھ کی ایک معروف بستی ہے جو قاضی اطہر مبارک پوریؒ کے قصبہ مبارک پور سے جانب مشرق پانچ کلومیٹر کے فاصلے پر واقع ہے۔ابراہیم پور کو کئی علماء کرام اور بزرگانِ دین کے مولد و مسکن ہونے کا بھی شرف حاصل ہے، یہ بستی اپنی دینی وعلمی خدمات، سماجی کارناموں، تہذیب وثقافت اور صنعت کے اعتبار سے اپنا خاص مقام رکھتی ہے۔

دوماہی ”افکار“ کے مشمولات میں ” آئینۂ گفتار“ کے عنوان سے مدیر کا اداریہ اور اس کے بعد علامہ سیفی الاعظمیؒ کی نعت النبیؐ کے علاوہ جن مضمون نگار کے مضامین شامل ہیں وہ اس طرح ہیں: ”نورتوحید کا اتمام“ (مولانا عبدالعلیم بن عبدالعظیم الاعظمی) ”معاشرتی دباؤ کے برے اثرات“ (مفتی وصی الرحمن قاسمی محمد آبادی) ”یہ ایمان ہی تو ہے“ (مولانا شاکر عمیر معروفی قاسمی مظاہری) ”کاروں اور بائکوں سے ہونے والے خطرناک حادثے“ (مولانا اظہارالحق قاسمی بستوی) ”زندگی نام ہے آزمائش کا“ (ارشد جمال عمار قاسمی) ”فتنوں کا ظہور اوراہل ایمان کی ذمہ داریاں“ (مولانا حبیب الرحمٰن قاسمی اعظمی)۔

”افکار“ کے آخری حصہ میں ”تعارف وتبصرہ“ کا بھی ایک کالم ہے جس کے تحت کتابوں پر تبصرے شائع کیے جاتے ہیں، اس شمارہ میں ”حبیب الاعظمی ابراہیم پوری کی دو قابل قدر تصنیف“ کے عنوان سے مدیر محترم کی دو کتابوں پر راقم کے تبصرے بھی شامل ہیں۔ پہلی کتاب ”تذکرہ مولانا محمد منیر اعظمی ابراہیم پوریؒ“ کے نام سے ہے اور دوسری کتاب ”تذکرہ فقیہ العصر مولانا مفتی محمد یٰسین مبارک پوریؒ“ کے عنوان سے ہے۔

”افکار“ کے سبھی مشمولات بحیثیت مجموعی بہت ہی عمدہ اور حالات حاضرہ کے بہترین عکاس ہیں۔سبھی مضامین میں مسلمانوں کے موجودہ مسائل، دعوتِ فکر وعمل اور

معاشرے میں کیا کچھ خرابیاں ہیں ان کو بھی اجاگر کیا گیا ہے اور ساتھ ہی ان سے بچنے کی تدبیر بھی بتائی گئی ہے۔ بہ طور خاص مدیر محترم نے موجودہ ملکی و عالمی حالات، بالخصوص ملک میں مسلمانوں کے سامنے جو چیلنجز ہیں، ان کا سامنا کیسے کیا جائے، ان سب کے لائحہ عمل کے ساتھ ساتھ اسلاف کے نقش پا کا حوالہ دیتے ہوئے بہترین "اداریہ" تحریر کیا ہے۔

آخر میں "افکار" کے لیے ایک بات کہوں گا کہ کسی بھی زاویے سے رسالہ کے نوعمر ہونے گماں نہیں ہوتا، اس کے لیے مدیر مولانا حبیب الرحمٰن قاسمی اعظمی مبارک باد کے مستحق ہیں۔ رسالہ فی الحال ۲۴ رصفحات پر مشتمل ہے۔ آگے چل کر اس میں وسعت ہوگی۔ ان شاء اللہ۔ رسالہ کے مستقل خریدار بننے کے لیے مدیر کے واٹساپ نمبر پر رابطہ کیا جاسکتا ہے۔ 8090707844

بہت مسرت کا مقام ہے

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

مزاج گرامی۔۔۔

الحمدللہ دو ماہی "افکار" جریدہ پی ڈی ایف کے توسط سے نظر سے گزرا۔ عدیم الفرصتی کے باعث مختصر ہی سہی مگر پڑھ ڈالا۔ تشنگی باقی تھی۔ ان شاء اللہ اگلے شمارے میں یہ خواہش پوری ہوگی۔ اللہ کرے کہ زور قلم اور زیادہ ہو۔

مولانا......! میرے لیے بل کہ اہل ابراہیم پور کے لیے بہت مسرت کا مقام ہے؛ کیوں کہ ابراہیم پور کا ماضی قرب وجوار میں اچھا نہیں تھا اور یہ حقیقت بھی ہے۔ حقیقت سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔ ابراہیم پور کے علمی و ادبی گھرانے سے آپ منسلک ہیں۔ اللہ تبارک و تعالیٰ آپ سے دین کی خدمت لینے والے ہیں۔ ابراہیم پور کا آپ سے مستقبل وابستہ ہے۔ یہ تحریر دل کی آواز ہے اور قلم زبان۔

دعا گو: (قاری) منصور احمد مقیم حال دبئی ۷ ۲ رمئی ۲۰۲۳ء